خبر واحد سے اصول استنباط: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ناقدانہ جائزہ

Principles of Inference from Solitary Reports (Khabar al-Wahid): A Critical Review in the Light of Islamic Teachings

Hafiz Muhammad Behram
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies
Green International University, Lahore
Email: Behramshahid24@gmail.com
Dr Muhammad Shafeeq (Corresponding Author)
HOD, Islamic Studies,
Green International University, Lahore

Abstract:
Following the Holy Quran, the Prophetic Sunnah serves as the foundational source of guidance, legal norms, and ethical frameworks for the Muslim community. Within the vast corpus of Islamic jurisprudence (Usul al-Fiqh and Usul al-Hadith), the epistemic authority and legal applicability of Khabar al-Wahid (isolated or single-chain reports) have consistently remained central topics of scholarly inquiry. While speculative in epistemic value (zanni), isolated reports form the empirical foundation for a vast majority of practical legal rulings (Ahkam), acts of worship (Ibadat), and civil transactions (Mu'amalat). This study explores the linguistic and terminological definitions of Khabar, its structural classification by major schools of thought into Mutawatir and Ahad (including Mashhur, Aziz, and Gharib), and the rigorous methodological criteria established by classical scholars such as Al-Khatib al-Baghdadi, Al-Shafi'i, and Ibn Hajar al-Asqalani to validate narrators and authenticate texts. Furthermore, it examines the scriptural justifications derived from the Quran (such as Ayat al-Naba' and Ayat al-Nafr) and historical precedents from the era of the Prophet (PBUH) and the Companions (e.g., the diversion of the Qibla at Quba and the missive to Heraclius). By integrating classical hermeneutical approaches with modern critical perspectives, this study clarifies the boundaries, constraints, and deductive processes applied by Islamic scholars to extract enforceable jurisprudence from individual-chain traditions, thereby reconciling adherence to text with logical-legal consistency.

Keywords: Khabar al-Wahid, Hujjiyah al-Hadith, Usul al-Istinbat, Principles of Islamic Jurisprudence, Mutawatir and Ahad, Hadith Methodology, Usul al-Fiqh

شریعت اسلامیہ کے مصادر اربعہ میں قرآن مجید کے بعد سنت نبویہ وہ بنیادی چشمہ ہیں جن سے امت مسلمہ نے صدیوں تک فکری، اخلاقی اور قانونی رہنمائی حاصل کی ہے۔ احادیث مبارکہ کی تنقیح، حفاظت اور ان سے احکام و مسائل کا استنباط دین اسلام کا وہ روشن باب ہے جس پر محدثین اور فقہاء نے اپنی عمریں صرف کی ہیں۔ اس پورے علمی ذخیرے میں ایک اہم ترین بحث "خبر واحد" سے اصول استنباط ہے۔ عصر حاضر میں جہاں فکری آزادی اور حدیث بیزاری کے نام پر اسلامی علوم کو نئے چیلنجز کا سامنا ہے، وہاں اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ خبر واحد کی حیثیت کو روایتی و جامد انداز فکر سے ہٹ کر، اصولی و عقلی بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے تاکہ عام قاری اور محقق دونوں اس کی افادیت سے پوری طرح روشناس ہو سکیں۔

علم اصول حدیث اور اصول فقہ کی تاریخ میں خبر واحد کی قبولیت اور اس پر عمل کے جواز کے حوالے سے جو مباحث ملتے ہیں، وہ صرف فقہی جزئیات کا احاطہ نہیں کرتے بلکہ شریعت کے نفاذ اور اس کی حجیت کے ضابطوں کو بھی متعین کرتے ہیں۔ زیرِ نظر تحقیق میں اخبار آحاد کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ علمائے حدیث اور فقہاء کے نزدیک اس کی متنوع تصنیفات کا احاطہ کیا گیا ہے، اور قرآن و سنت اور عمل صحابہ کی روشنی میں اس سے مسائل کا استنباط کرنے کے مسلمہ اصول کون سے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مذکورہ عنوان پر دیگر متعلقہ تحقیقات سامنے لائی جائیں گی۔

اسلامی قانون سازی اور فکری نظام میں قرآن مجید کے بعد فرمانِ نبوی ﷺ ہدایت کا ثانوی و اساسی ماخذ ہے۔ چونکہ احادیث مطہرہ کا ایک وسیع حصہ تواتر کے بجائے اخبار آحاد کے توسط سے منتقل ہوا ہے، اسی بنا پر علوم شریعت، خاص طور پر اصول حدیث اور فقہی ضوابط میں آحاد روایات کا شرعی مقام و اعتبار ہمیشہ سے بنیاد اور محوری موضوع بحث رہا ہے۔ یہ امر مسلّم ہے کہ احکام شرعیہ، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کی فروعی تفصیلات کا غالب حصہ اخبار آحاد پر ہی منحصر ہے، اور امت کا عملی تعامل قرون اولیٰ ہی سے اس پر شاہد رہا ہے۔

تاہم، اس شرعی حیثیت کے اثبات کے ساتھ ساتھ، خبر واحد کے اصول استنباط اور اس کے دائرۂ کار (خصوصاً اعتقادی بمقابلہ عملی مسائل) کے تعین میں علمائے امت اور مکاتب فکر کے مابین فکری مباحث بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک طرف جمہور محدثین اور فقہا کا موقف ہے کہ خبر واحد اگر سنداً ثقہ اور درست ہو تو وہ شرعی احکام میں قطعی طور پر حجت ہے، جب کہ دوسری طرف متقدمین حنفیہ اور متکلمین کی آراء میں اس کے قبول کرنے کے لیے کچھ خاص ضوابط اور قرائن (جیسے تعارض روایات، قیاس اور عموم بلویٰ سے بچاؤ) کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مزید

بر آں، عصر حاضر میں بعض فکری تحریکوں کی طرف سے خبر واحد کی مطلق حجیت پر اٹھائے جانے والے اعتراضات نے اس بحث کو مزید عصری اور ناگزیر بنادیا ہے۔

یہ تحقیق اسی فکری اور تنقیدی پس منظر میں خبر واحد کی شرعی حیثیت کا ناقدانہ جائزہ لے گی اور اصول فقہ کے ان اصول وضوابط کا جائزہ لیا جائے گا جن کی بنیاد پر مجتہدین نے اخبار آحاد سے احکام کا استنباط کیا۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد اس بات کا احاطہ کرنا ہے کہ اسلامی قانون کی تشکیل میں خبر واحد کا مقام کیا ہے اور جدید دور کے فکری چیلنجز کے تناظر میں اس سے استنباط کے اصولوں کو کس طرح سمجھا جانا چاہیے۔

"خبر" کی تعریف:

ابن منظور افریقی کے مطابق "خبر" کا بنیادی مادہ "خ ب ر" ہے، اور اس کے لغوی معنی آگاہی، علم اور کسی چیز کی اطلاع دینا ہیں۔

لسان العرب میں ہے:الخبر: واحد الأخبار. الخبر: ما يتدارك به المعرفة. وخبرت بالأمر أي علمته، وأخبرته بكذا أي أعلمته.[1]

ملا علی القاری لکھتے ہیں:

"خبر، حدیث کے مترادف ہوتی ہے۔ اور وہ لغت میں قدیم کی ضد ہے اور وہ قلیل و کثیر کلام کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے: پس تم لاؤ اس کی مثل کوئی نئی بات اگر تم سچے ہو۔ اور اصطلاح میں جناب رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل، تقریر اور آپ ﷺ کی صفات یہاں تک کہ عالم بیداری اور عالم رؤیا کی حرکات و سکنات کو حدیث کہا جاتا ہے"۔[2]

حافظ ابن حجر العسقلانی "خبر" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الخبر: عند علماء هذا الفن مرادف للحديث. الحديث: ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم، والخبر: ما جاء عن غيره.[3]

"خبر علمائے اصول الحدیث کے نزدیک حدیث شریف کے مترادف ہے۔" اور یہ بھی کہا گیا ہے:"حدیث" وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، جب کہ "خبر" وہ ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو۔"۔

تعدد طرق کے اعتبار سے "خبر" کی اقسام:

مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حدیث اور خبر مترادف المعنی ہیں، لہٰذا تعدد طرق یا سند کے اعتبار سے خبر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ خبر متواتر۔ ۲۔ خبر واحد یا خبر الآحاد۔

خبر متواتر:

امام ابن الصلاح اپنے "مقدمہ" میں اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

فانه عبارة عن الخبر الذي ينقله من يحصل العلم بصدقه ضرورة۔[4]

"متواتر وہ خبر ہے جسے وہ لوگ روایت کریں جن کی صداقت (اجتماعی طور پر) مسلّم تجزیہ کے بعد ضروری ثابت ہو جائے (یعنی رواۃ کی سچائی کی وجہ سے یقینی علم حاصل ہو جائے)۔"

امام جلال الدین السیوطی خبر متواتر کے رواۃ کی تعداد کے تعین کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولا يعتبر فيه عدد معين في الأصح۔[5]

"قول راجح کے مطابق متواتر کے (حصول میں) راویوں کی خاص تعداد کو معین کرنا صحیح نہیں ہے۔"

اس کے بعد حافظ سیوطی نے تواتر حاصل کرنے کے لیے کم سے کم راویوں کی مقدار کی تعیین میں علماء کے درمیان اختلاف ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

"قاضی باقلانی نے کہا: چار اشخاص کافی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے پانچ میں توقف کیا ہے، اصطخری کا مختار موقف دس حضرات ہیں کیونکہ وہ جمع کثرت کی ابتداء ہے، اور نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کا اعتبار کرتے ہوئے بارہ بھی کہا گیا ہے، چالیس کا قول بھی ملتا ہے، اصحاب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے ستر کا عدد بھی بیان کیا گیا ہے، اصحاب طالوت اور اہل بدر کے ساتھ مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے تین سو اور کچھ کا قول بھی نقل کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سارے اعداد یقینی علم کا فائدہ دیتے ہیں۔"[6]

"خبر متواتر" کی مثال:

حضرت علی، زید بن ارقم، ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر، سعید الخدری وغیرہم ورضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔[7]

"جو مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

اس روایت کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔[8]

امام سیوطی لکھتے ہیں:

متواتر، قال ابن الصلاح: رواه اثنان وستون من الصحابة، وقال غيره: رواه أكثر من مائة نفس۔[9]

"یہ روایت متواتر ہے، ابن صلاح کہتے ہیں کہ اسے 62 صحابہ کرام نے روایت کیا، اور دیگر اصولیین کہتے ہیں 100 سے زیادہ صحابہ کرام نے اسے روایت کیا ہے"

خبر واحد:

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

وكلها سوى الأول: احاد۔[10]

"ہر خبر سوائے متواتر کے، آحاد کہلاتی ہے۔"

"خبر الآحاد" کی تعریف کرتے ہوئے علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

وأما خبر الآحاد فهو ما قصر عن صفة التواتر، ولم يقع به العلم وإن روته الجماعة۔[11]

"خبر الآحاد" حدیث کی وہ قسم ہے جو حد تواتر تک نہ پہنچتی ہو، اور اس کے ساتھ علم (یقینی) حاصل نہ ہو، چاہے اسے (ہر طبقہ میں) ایک جماعت نے نقل کیا ہو۔"

یعنی بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "خبر آحاد" ایک یا زائد طبقے میں ایک یا دو راویوں سے مروی حدیث کو کہتے ہیں۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ہر وہ حدیث جس کا غلط یا کذب ہونا ثابت نہ ہو سکے، خبر واحد کہلاتی ہے۔

علامہ مناوی "خبر واحد" کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وخبر الواحد في اللغة: ما يرويه شخص واحد وفي الاصطلاح أي في اصطلاح المحدثين ما لم يجمع شروط التواتر۔[12]

لغت میں "خبر واحد" سے مراد یہ ہے: وہ خبر جسے ایک شخص روایت کرے۔ اور محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے: وہ خبر جس میں تواتر کی شرائط جمع نہ ہوں۔

"خبر واحد" کی اقسام:

"خبر الآحاد" کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مشہور ۲۔ عزیز ۳۔ غریب

خبر کی بنیادی طور پر دو قسمیں (متواتر اور آحاد) ہیں، اور خبر آحاد آگے تین اقسام (مشہور، عزیز، اور غریب) میں منقسم ہوتی ہے، جہاں مشہور وہ ہے جو دو سے زائد راویوں سے مروی ہو لیکن حد تواتر تک نہ پہنچے، عزیز وہ ہے جو کم از کم دو راویوں سے مروی ہو، اور غریب وہ ہے جس میں کوئی راوی اکیلا رہ جائے۔ چونکہ مشہور اور عزیز میں بھی تواتر کی شرط نہیں پائی جاتی، اس لیے یہ غریب کے مشابہ ہونے کی وجہ سے درحقیقت خبر آحاد کے ہی افراد ہیں۔

علامہ ملا علی القاری کے نزدیک اس حوالے سے پایا جانے والا اختلاف محض ایک لفظی بحث ہے جس کی حقیقت میں کوئی بنیاد نہیں، کیونکہ ہر وہ خبر جو تواتر کو نہ پہنچے وہ اصطلاحاً خبر آحاد ہی کہلاتی ہے۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

وأن الآحاد: مشهور، وعزيز، وغريب، وأن المشهور ما روي مع حصر عدد بما فوق الاثنين، وأن الغريب هو الذي ينفرد به شخص واحد في أي موضع وقع التفرد به۔[13]

"مشہور" وہ خبر ہے جس کے رواۃ کی تعداد دو سے زیادہ ہو، لیکن وہ قابل شمار ہو۔ "غریب" وہ خبر ہے جس کے کسی ایک طبقہ میں رواۃ کی تعداد ایک رہ گئی ہو۔

ملا علی القاری "خبر الآحاد" کی اقسام بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

اور بہر حال خبر مشہور اور خبر عزیز کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دونوں تواتر کی شرائط معدوم ہونے کی وجہ سے غریب کے مشابہ ہیں۔ تلمیذ نے کہا: اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ خبر کی دو قسمیں ہیں: متواتر اور آحاد۔ اور "خبر الآحاد" کی تین قسمیں ہیں: مشہور، عزیز، غریب۔ "مشہور" وہ خبر ہے جو دو سے زائد سندوں سے مروی ہو، لیکن حد تواتر کو نہ پہنچے۔ اور "عزیز" وہ خبر ہے جس کے رواۃ کی تعداد سند کے کسی طبقہ میں بھی دو سے کم نہ ہو۔ "غریب" وہ خبر ہے جس کے رواۃ کی تعداد سند کے کسی طبقہ میں صرف ایک رہ گئی ہو۔[14]

مذکورہ عبارت سے وضح ہوا کہ خبر واحد، خبر متواتر کے مخالف ہوتی ہے۔ اور متواتر وہ خبر ہوتی ہے جس کے راویوں کی تعداد شمار سے باہر ہو۔ اور ایک رائے کے مطابق "خبر مشہور" کو "خبر مستفیض" بھی کہتے ہیں۔

ملا علی القاری یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

والظاهر: أنه يسمى بالمشهور الذي هو فرد من أفراد الآحاد لقولهم: الآحاد ما لم ينته إلى التواتر. غايته أن يكون مشهوراً لغوياً، ولقلته ونندرته لم يوضع له اسم على حدة، فالمناقشة لفظية لا حقيقية۔[15]

اس ساری تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ "خبر مشہور" آحاد کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔ "خبر الآحاد" وہ ہے جو حد تواتر کو نہ پہنچے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لغوی طور پر مشہور ہو، اور قلت وندرت کی وجہ سے اس کا یہ نام نہیں رکھا گیا۔ پس یہ مناقشہ لفظی ہے، حقیقی نہیں ہے۔

قبول ورد (قوت وضعف) کے اعتبار سے "خبر الآحاد" کی تقسیم:

"خبر الآحاد" یعنی مشہور، عزیز اور غریب کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

1۔ مقبول 2۔ مردود

خبر مقبول: یہ حدیث کی وہ قسم ہے جس میں مخبر کا صدق راجح ہوتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز ہے اور جمہور کے ہاں اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔

خبر مردود: یہ حدیث کی وہ قسم ہے جس میں مخبر کا صدق راجح نہیں ہوتا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا اس کے رواۃ کے احوال کی تحقیق پر موقوف ہے (اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب نہیں ہے)۔ خبر کی پہلی قسم یعنی متواتر کے سوا بقیہ سب اقسام مقبول ہیں۔

ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

المقبول: وهو ما يجب العمل به عند الجمهور. وفيها المردود: وهو الذي لم يرجح صدق المخبر به؛ لتوقف الاستدلال بها على البحث عن أحوال رواتها، دون الأول، وهو المتواتر, فكله مقبول۔[16]

"خبر مقبول" کی اقسام:

خبر مقبول بنیادی طور پر اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ وہ قبولیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے یا نہیں۔ اسی بنیاد پر اس کی چار معروف قسمیں قرار پاتی ہیں:

1. صحیح لذاتہ: وہ روایت ہے جس میں راوی عادل اور تام الضبط ہوں، سند متصل ہو، اور وہ شاذ یا معلل نہ ہو۔
2. صحیح لغیرہ: وہ خبر ہے جس میں ضبط کی ہلکی سی کمی تو ہو، لیکن کثرت طرق (متعدد سندیں یا راستے) کی وجہ سے وہ کمی پوری ہو جائے اور اس کا قصور دُور ہو جائے۔
3. حسن لذاتہ: وہ روایت ہے جس میں راوی کی ضبط کی کمی کو پورا کرنے کے لیے کثرت طرق موجود نہ ہوں، لیکن مجموعی طور پر قبولیت کے شرائط پر پوری اترتی ہو۔
4. حسن لغیرہ: وہ روایت ہے جو بظاہر تو ضعیف ہو، لیکن اس کے ساتھ کوئی ایسی قرینہ یا تائید مل جائے جو اس کے قبول کیے جانے کو ترجیح دے دے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی "خبر مقبول" (قابل قبول اور قابل عمل) کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خبر مقبول" دو حال سے خالی نہ ہو گی، وہ صفات قبول پر اعلیٰ طریقے سے مشتمل ہو گی یا نہیں؟ اگر راوی کی صفات قبولیت کے اعلیٰ طریقے پر مشتمل ہو تو اسے "حدیث صحیح لذاتہ" کہتے ہیں۔ اور اگر وہ صفات قبولیت کے اعلیٰ طریقے پر مشتمل نہ ہو تو پھر اس میں خبر الآحاد کے راوی عادل ہوں، تام الضبط ہوں، وہ خبر متصل السند ہو، اور وہ حدیث معلل اور شاذ نہ ہو تو اسے بھی صحیح لذاتہ کے دائرے میں دیکھا جاتا ہے، جبکہ اگر "حدیث صحیح لذاتہ" کی شرائط میں سے ضبط روایت کی شرط مفقود ہو، لیکن وہ کثرت طرق سے پوری ہو جائے تو اسے "حدیث صحیح لغیرہ" کہتے

ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کثرت طرق سے تام الضبط کی شرط کی کمی پوری نہ ہو تو اسے "حدیث حسن لذاتہ" کہتے ہیں، اور اگر اس خبر میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس کی وجہ سے جانب قبول کو ترجیح حاصل ہو جائے تو اس خبر کو "حدیث حسن لغیرہ" کہتے ہیں۔"[17]

خبر واحد کی اصطلاحی تعریف اور تقسیم کے حوالے سے محدثین اور اصول فقہ کے ماہرین (اصولیین) کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی بنیادی وجہ سنت کی اقسام کے تعین میں ان کا الگ نکتۂ نظر ہے۔ جہاں جمہور علماء کے نزدیک خبر کی بنیادی طور پر دو ہی قسمیں ہیں (متواتر اور آحاد)، وہیں احناف حدیث کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: متواتر، مشہور، اور واحد۔

خبر واحد کی شرعی حیثیت

محدثین عظام اور فقہائے کرام کے ہاں "خبر واحد" کی تشریح و توضیح کے بعد، اس فکری اور تنقیدی مطالعے کا سب سے اہم باب اس سے اصول استنباط ہے۔ اصول فقہ اور علوم حدیث کے مباحث میں یہ امر مسلمہ ہے کہ خبر واحد، خواہ وہ غریب ہو، عزیز ہو یا مشہور، وہ مفید ظن (ظنی الدلالۃ والثبوت) ہوتی ہے، لیکن شرعی احکام میں اس سے استنباط اور وجوب عمل پر امت کا اجماع عملا منعقد رہا ہے۔ یہ حقیقت فقہی تدوین کا ایک بنیادی ستون ہے کہ شریعت اسلامیہ کے فروعی احکام، عملی ضوابط اور جزئیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اخبار آحاد کے توسط سے ہی امت تک منتقل ہوا ہے، جس کے بغیر فقہی نظام کا تصور بھی محال ہے۔

خبر واحد کی شرعی حیثیت کے اثبات کے لیے سب سے پہلے قرآن کریم کے دلائل کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے۔ شارع حکیم نے اس پر قطعی قرائن اور دلائل عقلیہ و نقلیہ فراہم کیے ہیں۔ مثلاً، سورۃ التوبہ کی مشہور "آیت نفر" (فَلَوْلَا نَفَرَ منْ كُل فرْقَةٍ منْهُمْ طَائفَةٌ...)[18] اس بات کی روشن دلیل ہے کہ دین کی تبلیغ اور تفقہ فی الدین کے لیے ایک جماعت یا فرد واحد کی خبر پر اعتماد کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا یہ اصول کہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو (إنْ جَاءَكُمْ فَاسقٌ بنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا)[19]، مفہوم مخالف کے اعتبار سے اس بات کو واضح کرتا ہے کہ عادل اور ثقہ راوی کی خبر بلاشبہ قابل قبول ہے۔

سنت مبارکہ اور طرز عمل رسول ﷺ سے بھی اس کی تائید بے شمار امثلہ کی صورت میں ملتی ہے۔ تاریخ اسلام اور کتب حدیث اس بات کی شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر احکام کی تبلیغ، فتاویٰ کے اجراء اور شریعت کے نفاذ کے لیے افراد واحد (آحاد) کو نامزد فرمایا۔ اس کی درخشاں مثال حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر بھیجنے کا واقعہ ہے[20]، جہاں آپ ﷺ نے انہیں تنہا فرد کی حیثیت سے اہلیان یمن کی

طرف دعوت اور احکام شریعت پہنچانے کا حکم دیا۔ اگر خبر واحد شرعی حجت نہ ہوتی، تو رسول اکرم ﷺ اجتماعی معاملات اور شرعی احکام کے ابلاغ کے لیے کبھی بھی خبر واحد پر اکتفانہ فرماتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دور اس نظریہ کا عملی مصداق اور روشن آئینہ ہے۔ دور نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں صحابہ کرام کا اس بات پر عملی تعامل رہا ہے کہ وہ باہم خبر واحد کو حجت تسلیم کرتے تھے اور اس پر بلاتردد عمل کرتے تھے۔ اس کی بہترین مثال تحویل قبلہ کا واقعہ ہے، جب مسجد قباء کے لوگ حالت نماز میں بیت المقدس کی طرف رخ کیے ہوئے تھے کہ ایک صحابی نے آکر خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ پر کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم نازل ہو چکا ہے، تو انہوں نے اسی خبر واحد پر فوری عمل کرتے ہوئے دوران نماز ہی اپنا رخ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھیر لیا[21]۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب بھی کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ سے کسی حکم کی بابت خبر واحد نقل کرتا، تو آپ اسے قبول فرماتے اور اس کے مطابق فیصلے صادر کرتے۔

ان تمام دلائل کا تجزیہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ خبر واحد سے اصول استنباط کی شرعی حیثیت ظنی ہونے کے باوجود عملی لحاظ سے قطعی اور مسلمہ ہے۔ اب اس فکری جائزے میں آگے بڑھ کر ہم یہ دیکھیں گے کہ ائمہ مجتہدین اور فقہانے انھی اخبار آحاد سے اصول استنباط کے کون سے ضوابط اخذ کیے ہیں اور دور جدید کے فکری چیلنجز میں اس کی کیا معنویت باقی رہ جاتی ہے۔

قرآن کریم میں "خبر واحد" کی امثلہ:

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خبر واحد پر اعتماد کیا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيرًا۔[22]

پھر جب خوشخبری سنانے والا آپہنچا اس نے وہ قمیض یعقوب (علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔

آیت مذکورہ میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا مصر میں اپنے بھائیوں کے ساتھ تعارف ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا کرتہ انہیں دے کر فرمایا کہ یہ کرتہ لے جا کر میرے والد کے منہ پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی، حضرت مجاہد کے بقول اپنے بھائی یہودا کو وہ کرتہ دے کر حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا اور اس نے جا کر وہ کرتہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر ڈالا تو وہ بینا ہو گئے۔ یہ سب دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔[23]

یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک آدمی کی خبر پر اعتماد کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد قابل عمل ہے۔

۲۔ قرآن کریم کے مطابق اہل کتاب کے علماء کو "خبر واحد" کے بیان کرنے کا حکم تھا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللهُ ميثَاقَ الَّذينَ أُوتُوا الْكتبَ لَتُبَيّنُنَّهُ للنَّاس وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورهمْ وَاشْتَرَوْا به ثَمَنًا قَليلًا فَبئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۔ [24]

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے صاف صاف بیان کروگے، اور (جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے) اسے نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کرلی، سو یہ ان کی بہت ہی بری خریداری ہے۔

ملّا جیون رحمہ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "التفسیرات" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین الرازی کے حوالے سے لکھا ہے:

"اس آیت سے یہ دلیل حاصل ہوتی ہے کہ عمل میں "خبر واحد" حجت ہے، اگرچہ علم میں اس کی حجیت ایسی نہیں ہے۔"[25]

اس ساری تفصیل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی کتاب کی تبیین و تبلیغ اور وعظ و نصیحت ہر اس شخص پر لازم قرار دی ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے، خواہ فرد واحد ہو یا جماعت۔ اور اس تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس پر عمل کریں، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خبر واحد کی شرعی حیثیت مسلّم ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو خبر واحد سیکھنے، سکھانے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ منْ كُلّ فرْقَةٍ مّنْهُمْ طَائفَةٌ ليَتَفَقَّهُوا في الدّين وَليُنْذرُوا قَوْمَهُمْ إذَا رَجَعُوا إلَيْهمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔[26]

اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں، تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقہ (یعنی خوب فہم و بصیرت) حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تاکہ وہ (گناہوں اور نافرمانی کی زندگی سے) بچیں۔

(ليتفقهوا ، ولينذروا ، رجعوا) تینوں کی ضمیر "طائفة "کی طرف لوٹتی ہے اور "إليهم ، لعلّهم "کی ضمیر "فرقة "کی طرف لوٹتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ پر انذار واجب کیا ہے اور طائفہ فرقہ کا ایک جزو ہوتا ہے۔ فرقہ تین یا اس سے زیادہ کو شامل ہوتا ہے جب کہ اس کا جزو یعنی طائفہ ایک، یا دو پر بولا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرقہ یعنی کل پر اس طائفہ یعنی جزو کی بات ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خبر واحد کی تشریعی حیثیت بطور حجت مسلم ہے اور موجب للعمل ہے کیونکہ یہ دعوت دینا جس

طرح پوری جماعت پر فرض ہے، اسی طرح ایک پر بھی فرض ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ پوری جماعت ہو تو وہ دعوت دیں اور اگر ایک فرد ہو تو وہ دعوت نہ دے، بلکہ یہ دعوت کا فریضہ جماعت کے ہر ہر فرد پر عائد ہوتا ہے اور وہ دعوت عام ہے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی۔ اور قوم پر ہر اس فرد کی دعوت قبول کر کے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

علامہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اور فرقہ کا لفظ تین یا اس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے، جب کہ طائفہ، فرقہ کا بعض ہوتا ہے، یعنی طائفہ کا لفظ ایک یا دو پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت کی رو سے طائفہ یعنی ایک شخص کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ دوسری جگہ جا کر دین سیکھے اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائے اور ڈرانے کا فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کی بات حجت ہو۔ علاوہ ازیں اس آیت کے آخر میں "لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ " کے الفاظ ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اگرچہ ڈرانے والا ایک ہی کیوں نہ، تب بھی اس کی بات کو مان کر ڈرنا ضروری ہے۔[27]

امام ابو بکر الجصاص آیت مذکورہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور یہ آیت "خبر واحد" کے ساتھ عمل کے لزوم کو متضمن ہے، کیونکہ لفظ "طائفۃ" واحد پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور اس فرمان الٰہی کی تاویل میں یہ آیت "وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مّنَ الْمُؤْمنيْنَ " بھی روایت کی گئی ہے جس میں لفظ طائفۃ سے واحد مراد لیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَانْ طَّآئِفَتٰن منَ الْمُؤْمنيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلحُوْا بَيْنَهُمَا " بھی ہے، اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب دو آدمی آپس میں لڑ پڑیں تو وہ بھی اس حکم سے مراد لیے جائیں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ طائفۃ لغت میں بعض اور کسی شئے کے ٹکڑے پر بھی بولا جاتا ہے، اور یہ واحد میں موجود ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَلَوْلَا نَفَرَ منْ كُلّ فرْقَةٍ مّنْهُمْ طَّآئِفَةٌ "میں لفظ طائفۃ اسی معنیٰ میں ہے کہ جب بعض نے کہا، یا جمعت میں سے کسی نے کہا۔ پس آیت کی دلالت علم یقینی کے واجب کر دینے سے قاصر خبر واحد کی قبولیت کے وجوب میں ظاہر ہے۔[28]

سنت رسول ﷺ کی روشنی میں "خبر واحد" سے استدلال:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کو دوسروں تک دین اسلام کی دعوت پہنچانے کا حکم دیا، چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا:

فليبلغ الشاهد الغائب، فرب مبلغ أوعى من سامع۔[29]

"ہر موجود غائب تک پہنچادے، بسا اوقات پہنچایا ہوا شخص سامع کی بنسبت زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔"

جناب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ یوم النحر میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جو بھی اس مجمع میں موجود ہے، وہ یہ فریضہ ان لوگوں تک پہنچادے جو آج یہاں موجود نہیں ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد بطور شرعی حجت مسلم ہے کیونکہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم سارے مل کر ہی دعوت پہنچاؤ گے تو ہی یہ دعوت قابل قبول ہو گی ورنہ نہیں۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا تھا کہ تین چار لوگ مل کر دعوت پہنچاؤ، بلکہ ہر موجود شخص کو فرمایا کہ وہ دعوت دین کا یہ فریضہ دوسرے لوگوں تک پہنچادے۔ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے، کیونکہ اگر یہ حجت نہ ہوتی تو آپ ﷺ یہ اہم فریضہ ہر ایک کے سپرد نہ کرتے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم رءوف رحیم ﷺ نے روم کے بادشاہ قیصر کو خط لکھا۔ آپ ﷺ نے اس خط میں اسے اسلام کی دعوت دی اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو وہ خط دے کر اس کی طرف بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ یہ نامہ حاکم بصریٰ کے پاس پہنچادیں تاکہ وہ اس خط کو قیصر روم تک پہنچادے۔ اس خط میں یہ لکھا ہوا تھا:

اللہ نہایت مہربان اور رحم فرمانے والے کے نام سے (میرا شروع کرنا ہے)، (حضرت سیدنا و مولانا) محمد عربی (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے، روم کے حکمران ہرقل کے نام! سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ اس کے بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤ تو سلامتی پا جاؤ گے۔ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو روگردانی کرے گا تو رعیت کا گناہ تجھ پر ہو گا۔ اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے، یہ کہ ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ تعالیٰ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔[30]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ دعوت نامہ دے کر صرف ایک صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، تین، چار، یا جماعت کو نہیں۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ صحابہ کی ایک جماعت کو یہ دعوت نامہ دے کر بھیجتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا "خبر واحد" پر عمل:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لوگ اس دوران کہ مسجد قباء میں صبح کی نماز میں تھے تو اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر رات کو قرآن اتارا گیا ہے اور آپ کو کعبہ رخ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا تم بھی کعبہ رخ ہو جاؤ اور ان لوگوں کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبہ کی طرف نماز میں ہی پھر گئے۔[31]

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور آپ ﷺ پسند کرتے تھے کہ انہیں کعبہ کی طرف پھیر اجائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم آسمان کی طرف آپ کے چہرے کا پھرنا دیکھتے تھے۔ ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیریں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک آدمی نے عصر کی نماز پڑھی پھر وہ نکل گیا اور انصار کی ایک قوم کے پاس سے گزرا۔ پس اس نے کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ ﷺ کو قبلہ رخ ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے تو وہ لوگ بھی بیت المقدس سے ہٹ گئے حالانکہ وہ نماز عصر کے رکوع میں تھے۔[32]

یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور ان دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد کی حجیت مسلم ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف نماز پڑھنا شروع کر دی اور مسجد قباء والوں کو جب ایک شخص نے یہ خبر دی تو انہوں نے نماز کی حالت میں ہی یہ خبر قبول کر لی اور قبلہ کی طرف پھر گئے۔ اور اس طرح بنو نجار کو بھی جب یہ خبر ملی تو انہوں نے بھی قبول کر لی۔ اور جناب نبی کریم ﷺ نے اس پر نکیر نہ فرمائی کہ تم نے ایک آدمی کی خبر پر بیت المقدس کیوں چھوڑا اور قبلہ رخ کیوں ہوئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی خبر واحد کو حجت مانا اور اس پر عمل کیا۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو حضور نبی اکرم ﷺ ان کو ضرور منع فرماتے۔

فقہاء واصولیین کے ہاں حجیت خبر واحد:

علامہ نظام الدین الشاشی احناف کے ہاں "خبر واحد" کی حجیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "خبر واحد "چار مقامات پر حجت ہوتی ہے:

خَالص حق الله تَعَالَى مَا لَيْسَ بعقوبة، وخالص حق العَبْد مَا فيه إلْزَام مَحْض، و خالص حَقه مَا لَيْسَ في إلْزَام، وخالص حَقه مَا فيه إلْزَام من وَجه۔[33]

خالص حق اللہ جو عقوبت نہ ہو، خالص حق العبد جس میں الزام محض ہو، خالص حق العبد جس میں الزام نہ ہو، اور خالص حق العبد جس میں من وجہ الزام ہو۔

خبر واحد کی قبولیت کی شرائط:

جمہور علماء نے خبر واحد میں شبہ کے امکان کی وجہ سے اس کی قبولیت کے لیے مختلف اقسام کی شرطیں لگائی ہیں، ان میں سے کچھ شرائط راوی سے متعلق ہیں اور کچھ شرائط نفس خبر کے بارے میں ہیں۔ پھر ان میں سے بعض شرائط پر تمام علماء اصول متفق ہیں اور کچھ میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ خبر واحد کو قبول کرنے کی متفق علیہ شروط مندرجہ ذیل ہیں:

1. اس خبر کی سند متصل ہو: اتصال سند سے مراد یہ ہے کہ وسط سند میں کوئی راوی ساقط نہ ہو، بلکہ اس کی کڑیاں شروع تا آخر ملی ہوئی ہیں۔
2. اس خبر کا ہر راوی عادل ہو: عدالت کا مطلب یہ ہے کہ وہ عاقل اور بالغ مسلمان ہو۔ جن چیزوں کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، ان پر عمل کرتا اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے، ان سے بچتا ہو۔ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔ اور جو چیزیں اخلاق حسنہ کے منافی ہوں، ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہو۔
3. اس خبر کا ہر راوی ضابط ہو: ضابط کا معنی یہ ہے کہ پہلے راوی سے اس نے جو بات سنی وہ اپنے اسے اپنے سینے یا سفینے میں (لکھ کر) اس طرح محفوظ کرے کہ اسے اگلے راوی تک منتقل کر دے اور جب چاہے اسے بیان کر سکے۔
4. متن حدیث میں کوئی شذوذ نہ پایا جائے: متن میں شذوذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عادل ضابط راوی کوئی ایسی بات کہے جو اوثق یا ثقات یعنی معیار یا تعداد میں اس سے زیادہ ثقہ راوی کی روایت کے خلاف ہو۔
5. سند و متن حدیث میں کوئی علت نہ ہو: سند و متن میں کسی علت کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کوئی ایسا اشکال نہ پایا جائے جو حدیث کو ناقابل اعتبار بنا دے، چاہے وہ بظاہر قابل قبول نظر آتی ہو۔[34]

"خبر واحد" سے اصول استنباط:

دین میں خبرِ واحد (خبر خاصہ) کو اسی وقت حجت اور دلیل تسلیم کیا جائے گا جب اس کی سند کا ہر راوی اور پورا سلسلہ متصل ہو کر نبی کریم ﷺ (یا متعلقہ شخصیت) تک بنیادی اوصاف و شرائط پر پورا اترتا ہو۔ ان بنیادی شرائط میں راوی کا دینی اعتبار سے قابل اعتماد (ثقہ) ہونا، سچائی میں معروف ہونا، روایت کے معانی اور اس میں تبدیلی

لانے والے الفاظ کا فہم رکھنا، روایت بالحروف (ہو بہو الفاظ) کا اہتمام کرنا تا کہ حلال و حرام کے احکام میں تبدیلی کا اندیشہ نہ رہے، اپنے حفظ یا کتابت کا مکمل ضابط و محافظ ہونا، دیگر ماہرین حدیث (حفاظ) کے ساتھ موافقت رکھنا، اور تدلیس یا ثقہ راویوں کی مخالفت (شذوذ) سے پاک ہونا شامل ہے۔ چونکہ سند کا ہر راوی اپنے سے اوپر اور نیچے والے کے اثبات روایت کا ذریعہ بنتا ہے، اس لیے سند کے تمام واسطوں میں ان تمام شرائط کا بیک وقت پایا جانا وجوب عمل اور استنباط احکام کے لیے لازمی اور ناگزیر ہے۔

امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

خبر کے ساتھ خاص طور پر حجت قائم نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ اس میں مندرجہ ذیل امور جمع ہو جائیں:

۱۔ ان امور میں سے یہ ہیں کہ اس حدیث شریف کو بیان کرنے والا اپنے دین میں ثقہ ہو، اپنی حدیث مبارک میں صدق کے ساتھ معروف ہو، اس روایت کو سمجھنے والا ہو جس کو وہ بیان کر رہا ہے، حدیث کے ان الفاظ کو جاننے والا ہو جن کے معانی محال ہوں۔

۲۔ راوی کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ جیسے اس نے حدیث پاک کے حروف کو سنا ویسے ہی حروف کے ساتھ اس کو ادا کرتا ہو، نہ کہ معنی کے ساتھ حدیث کو بیان کرتا ہو، کیونکہ جب وہ معنی کے ساتھ اس حدیث مبارک کو بیان کرے گا تو اس حالت میں وہ ان الفاظ کو جاننے والا نہیں ہو گا جن کے معانی محال ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے یہ نہیں جانا کہ حلال اور حرام کے درمیان تمیز کیا ہے؟ اور جب وہ حدیث کو اس کے حروف کے ساتھ ادا کرے گا تو کوئی ایسی وجہ باقی نہیں رہے گی جس میں اس کا حدیث کو محال قرار دینے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ اگر وہ حدیث شریف کو اپنے قوت حافظہ سے بیان کرے تو اس کا حافظ ہونا ضروری ہے، اور اگر وہ لکھ کر حدیث بیان کرے تو اس کے لیے اپنی کتابت کا حافظ ہونا لازم ہے، یہ اس صورت میں ہے جب حفاظ کی حدیث اس کی حدیث کے موافق ہو۔

۴۔ راوی تدلیس سے بری ہو، یعنی وہ راوی حدیث کو ایک ایسے شخص سے بیان کرتا ہو جس سے وہ ملا تو ہو لیکن اس سے اس کا سماع ثابت نہ ہو، اور وہ نبی کریم ﷺ نے ثقات کے خلاف حدیث بیان کرتا ہو۔[35]

خبر واحد سے اصول استنباط کے شرعی و اصولی حدود و قیود:

دین کے بنیادی عقائد اور ایمانیات جن میں مکلفین کے لیے قطعی علم حاصل کرنا لازمی ہے، ان میں خبر واحد مقبول نہیں ہے کیونکہ اس سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے اور اسکی قطعیت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مضمون پر جزم و یقین قائم کرنا ممکن نہیں۔ البتہ عقائد کے علاوہ وہ تمام عملی و فروعی احکام جن میں قطعی علمی یقین کا مطالبہ

نہیں کیا گیا، ان میں خبر واحد نہ صرف مکمل طور پر قابل قبول ہے بلکہ اس پر عمل کرنا تمام مکلفین کے لیے شرعاً واجب ہے۔ اس کی عملی مثالیں طہارت، نماز، حج، زکوٰۃ، بیوع، طلاق، عتاق، میراث، حدود، کفارات، رؤیتِ ہلال اور محظورات جیسے تمام فقہی و احکامی ابواب ہیں۔ اس کے برعکس، خبر واحد کو ان امور میں ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا جو عقل کے صریح حکم، قرآن کریم کی محکم اور ثابت آیات، سنت معلومہ، یا کسی بھی دوسری قطعی دلیل کے منافی یا معارض ہوں، بلکہ یہ صرف انہی ظنی اور فروعی امور میں حجت بنتی ہے جو قطعی دلائل سے ٹکراتے نہ ہوں اور جن میں تعبّد و عمل جاری ہوتا ہے۔

تنقیدی و فکری جائزہ

پس منظر اور فکری اہمیت:

"خبر واحد" اسلامی قانون سازی اور علوم حدیث کا ایک انتہائی حساس، فکری اور مرکزی موضوع ہے۔ شریعت اسلامیہ کے فروعی احکام، عبادات اور معاملات کا غالب حصہ اخبار آحاد پر ہی منحصر ہے۔ فکری اور تاریخی اعتبار سے اس بحث نے ہمیشہ محدثین، فقہا اور متکلمین کی توجہ سمیٹی ہے، کیونکہ یہ روایت اور درایت کے مابین ربط کا کام کرتی ہے۔

شرعی حیثیت (ظنی الثبوت بمقابلہ قطعی العمل):

تنقیدی و فکری نقطہ نظر سے خبر واحد کی حیثیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سند کے اعتبار سے یہ "مفید ظن" ہوتی ہے (یعنی اس کے ثبوت میں ظن کا احتمال ہوتا ہے)، لیکن امت کا عملی تعامل قرون اولیٰ ہی سے اس بات پر رہا ہے کہ شرعی احکام میں اس پر عمل کرنا واجب اور قطعی ہے:

- جمہور محدثین اور فقہا کا مؤقف ہے کہ اگر خبر واحد سنداً صحیح اور ثقہ راویوں کے واسطے سے منقول ہو تو وہ عقائد (بعض کے نزدیک) اور احکام دونوں میں حجت ہے۔
- احناف اور متکلمین نے اس کی حجیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ درایتی و فقہی ضوابط (جیسے عموم بلویٰ، قیاس جلی اور تعارض روایات سے بچاؤ) کو لازمی قرار دیا ہے تاکہ روایت کی صحت کے ساتھ ساتھ فقہی ہم آہنگی بھی برقرار رہے۔

اصول استنباط اور منہج فقہاء:

اخبار آحاد سے احکام کا استنباط کرنے کے لیے ائمہ مجتہدین نے بڑے ہی محتاط اور دقیق اصول وضع کیے:
سند اور متن کی جانچ: محدثین نے جہاں رواۃ کی عدالت اور ضبط کو پرکھا، وہیں متن میں شذوذ اور علت جیسے مخفی نقائص کو تلاش کرنے کا ایک بے مثال نظام دیا۔

تعارض اور تطبیق: جب بظاہر دو اخبار آحاد میں اختلاف نظر آتا ہے تو اصولیین نے نسخ، ترجیح، اور تطبیق (جمع بین الروایات) کے وہ اصول دیے جو انسانی عقل اور شرعی مقاصد (مقاصد شریعہ) سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔

عصری چیلنجز اور تنقیدی تقاضے:

دور جدید میں فکری آزادی، عقلیت پسندی اور بعض روایات بیزار تحریکوں کی طرف سے خبر واحد کی مطلق حجیت پر سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ اس تناظر میں اس عنوان کا تنقیدی جائزہ اس بات کا متقاضی ہے کہ:

- خبر واحد کو محض ایک فنی یا لکیر کے فقیر والے انداز میں دیکھنے کی بجائے اس کے فلسفہ اور شریعت میں اس کے مقام کو حکمت کے ساتھ واضح کیا جائے۔
- روایت اور درایت کے درمیان توازن قائم کیا جائے تاکہ نہ تو روایات کا بے جا انکار ہو اور نہ ہی عقل کی نفی ہو۔

خلاصہ بحث:

دور جدید میں جب ایک طرف فکری آزادی، عقلیت پسندی اور مابعد الطبیعیاتی شکوک و شبہات کی لہر دوڑ رہی ہے، اور دوسری طرف بعض فکری تحریکیں نصوص دینی بالخصوص اخبار آحاد کی مطلق حجیت پر سوالات اٹھا رہی ہیں، تو ایسے میں "خبر واحد" سے اصول استنباط کا فکری مطالعہ پہلے سے کہیں زیادہ ناگزیر ہو چکا ہے۔

عصری تناظر میں یہ بحث محض چند روایتی یا فقہی جزئیات کا احاطہ نہیں کرتی، بلکہ یہ اس بنیادی فکری سوال کا جواب فراہم کرتی ہے کہ آیا دور جدید کا انسان عقل اور سائنسی شعور کے نام پر دین کی عملی اور اخلاقی عمارت کا ایک بہت بڑا حصہ (جو اخبار آحاد پر مبنی ہے) پس پشت ڈال سکتا ہے یا نہیں۔ معاصر محققین کے لیے یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ محدثین اور فقہا کا وضع کردہ درایتی اور تنقیدی نظام سند محض ایک رسم نہیں تھا، بلکہ یہ جھوٹی روایات اور فکری انتشار سے بچاؤ کا ایک انتہائی مضبوط سائنسی اور عقلی ڈھانچہ تھا۔

مزید برآں، عصری تقاضے یہ مانگتے ہیں کہ ہم خبر واحد کو جامد اور لکیر کے فقیر والے انداز میں دیکھنے کے بجائے، اس کے فلسفے اور مقاصد شریعہ کی روشنی میں سمجھیں۔ جب ہم متقدمین کے اصول استنباط اور معاصر فکری چیلنجز کے مابین تطبیق پیدا کرتے ہیں، تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ خبر واحد روایت اور درایت کا ایک ایسا حسین امتزاج ہے جو دور جدید کے فکری ابہام اور اخلاقی بحران کا بہترین علمی اور عقلی مداوا پیش کرتا ہے۔ یہ مطالعہ عصر حاضر کے نوجوان طبقے اور محققین کو اس بات کا شعور بخشتا ہے کہ اسلامی شریعت کے احکام و ضوابط ایک محتاط، متوازن اور عقل و نقل کے باہمی تعاون پر مبنی نظام کے تحت ہم تک پہنچے ہیں۔

حواشی

[1] افریقی، ابن منظور (ت:711ھ)، **لسان العرب** (بیروت: دار صادر، 1993)، مادہ "خبر"، 4:226-229

[2] القاری، علی بن سلطان محمد، ابو الحسن الہروی، نور الدین، (ت:1014ھ)، **شرح نخبة الفكر في مصطلحات اہل لاأثر** (تحقیق: محمد نزار تمیم، لبنان، بیروت، دار الأرقم، س ن)، ص:153۔

[3] العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجر، دح، ابو الفضل، شہاب الدین، (ت:852ھ)، **نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر** (تحقیق: عبد اللہ بن ضیف اللہ الرحیلی، المملكة العربية السعودية، الرياض، مطبعة سفير، ط ا، 1422ھ) ص:35,36۔

[4] ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، ابو عمرو، تقی الدین، (ت:643ھ)، **معرفة أنواع علوم الحديث المعروف مقدمة ابن الصلاح** (تحقیق: نور الدین عتر، السوریا، دمشق، دار الفکر، 1406ھ) ص:267۔

[5] السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین، الحافظ، (ت:911ھ)، **تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي** (تحقیق: ابو قتیبہ نظر محمد الفاریائی، لبنان، بیروت، دار طیبہ)، س ن، 2/627۔

[6] السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین (ت: 911ھ)، **تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي**، 2/627۔

[7] البخاری، محمد بن اسماعیل الجعفی، ابو عبد اللہ، الامام، (ت:256ھ)، **الجامع الصحيح** (تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، ترقیم: محمد فواد عبد الباقی، لبنان، بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422ھ) باب ماذکر عن بنی اسرائیل، الرقم:3461۔

[8] الشیبانی، احمد بن محمد بن حنبل، ابو عبد اللہ، الامام المجتہد، (ت:241ھ)، **المسند** (تحقیق: حدیث زید بن ارقم، شعیب الارنووط، لبنان، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ط 1، 1421ھ)، الرقم:19266۔

النیسابوری، مسلم بن الحجاج القشیری، ابو الحسین، الامام، (ت:261ھ)، **الجامع الصحيح** (تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، لبنا، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن) باب فی التحذیر من الکذب علی رسول اللہ ﷺ، الرقم:4,3۔

الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، ابو عیسیٰ، الامام، (ت: 279ھ)، **الجامع الكبير المعروف به سنن الترمذی** (تحقیق: بشار عواد معروف، لبنان، بیروت، دار الفکر الاسلامی، ط 1، 1998م) باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ، الرقم:2659۔

السجستانی، سلیمان بن الاشعث الازدی، ابو داؤد، الامام، (ت:275ھ)، **السنن** (تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، لبنان، بیروت، مکتبۃ صیدا، س ن) باب فی تعظیم قتل المؤمن، الرقم:4272۔

النسائی، احمد بن شعیب الخراسانی، ابو عبد الرحمن، الامام، (ت:303ھ)، **المجتبی من السنن المعروف به السنن الصغری**(تحقیق: عبد الفتاح ابو غدة، السوریا، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیة، ط1، 1406ھ) باب تعظیم الدم، الرقم:4002۔

ابن ماجة، محمد بن یزید القزوینی، ابو عبد اللہ، الامام، (ت:273ھ)، **السنن** (تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، مصر، القاہرة، داراحیاء الکتب العربیة، س ن) باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ، الرقم:30,32,33,36,37۔

[9] السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین (ت:911ھ)، **تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی**، 627/2۔

[10] العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجر، الحافظ، ابو الفضل، شہاب الدین، (ت: 852ھ)، **نخبة الفکر فی مصطلح أهل الأثر** (تحقیق: عصام الصبابطی و عماد السید، مصر، القاہرة، دار الحدیث، ط1، 1418ھ)، ص:721۔

[11] البغدادی، احمد بن علی بن ثابت، ابو بکر، الخطیب، (ت:463ھ)، **الکفایة فی علم الروایة** (تحقیق: ابو عبد اللہ السورقی و ابراہیم حمدی المدنی، السعودیة، المدینة المنورة، المکتبة العلمیة، س ن) باب الکلام فی الأخبار و تقسیمها الخبر، ص:16۔

[12] المناوي، محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علي الحدادي القاهري، زين الدين (المتوفى: 1031ه-)، **اليواقيت والدرر في شرح نخبة ابن حجر** (تحقیق: المرتضي الزين أحمد، الرياض، مكتبة الرشد، ط1، 1999م)، 293/1۔

[13] المناوي، محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علي الحدادي القاهري، زين الدين، (المتوفى: 1031ھ)، اليواقيت والدرر في شرح نخبة ابن حجر، 293/1۔

[14] العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجر، ابو الفضل (ت:852ھ)، نخبة الفكر فی مصطلح أهل الأثر، ص:721۔

[15] القاری، علی بن سلطان محمد، ابو الحسن الہروی، نور الدین، (ت:1014ھ)، شرح نخبة الفكر فی مصطلحات اہل لاأثر (تحقیق: محمد نزار تمیم، لبنان، بیروت، دار الأرقم، س ن)، ص:210۔

[16] العسقلانی، احمد بن علی بن (ت:852ھ) ح، د ح، نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر فی مصطلح أهل الأثر، ص:55۔

[17] العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجر (ت:852ھ) ح، د ح، نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر فی مصطلح أهل الأثر، ص:67,68۔

[18] القرآن 9:122

[19] القرآن 49:6

[20] البخاری، محمد بن اسماعیل (ت:256ھ)، الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاة، 2002ء)، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسی و معاذ إلی الیمن، حدیث نمبر 4341

[21] مسلم بن الحجاج (ت:261ھ)، الجامع الصحیح (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 1955ء)، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب تحویل القبلة من بیت المقدس إلی الکعبة، حدیث نمبر 526

[22] القرآن، 96:12۔

[23] الآلوسی، محمود بن عبد اللہ الحسنینی الآفندی الشامی، شہاب الدین، (ت:1270ھ)، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (تحقیق: علی عبد الباری عطیۃ، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ط1، 1415ھ)، 52/7 تلخیصًا۔

[24] القرآن، 187:3۔

[25] ملا جیون، احمد بن سعید الصدیقی، (ت: 1130ھ)، التفسیرات الأحمدیة (مترجم) (ترجمۃ: مفتی شرف الدین، الباکستان، صادق آباد، مرکز الامام البخاری للتراث والتحقیق الجامعۃ الاسلامیۃ، ط1، 1998م)، ص:318۔

[26] القرآن، 122:9۔

[27] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سھل، أبو بکر، (ت: 483ھ)، أصول السرخسی (دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، لبنان، بیروت، ط1، 1973م)، 322,23/1۔

[28] الجصاص، احمد بن علی الحنفی، ابو بکر الرازی، (ت:370ھ)، أحکام القرآن (تحقیق: محمد صادق القمحاوی، لبنان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ط1، 1405ھ)، 373/4۔

[29] البخاری، محمد بن اسماعیل (ت:256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبۃ أیام منی، الرقم: 1741۔

[30] البخاری، محمد بن اسماعیل (ت:256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الجھاد والسیر، باب دعاء النبی ﷺ الناس الی الاسلام والنبوۃ، الرقم: 2941۔

[31] البخاری، محمد بن اسماعیل (ت:256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القبلۃ۔۔۔، الرقم: 403۔

[32] البخاری، محمد بن اسماعیل (ت:256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب أخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر والواحد الصدوق فی الأذان والصلاۃ والصوم والفرائض والأحکام، الرقم: 7252۔

[33] الشاشی، احمد بن محمد بن اسحاق، ابو علی، نظام الدین (ت: 344ھ)، أصول الشاشی (دار الکتب العربیہ، بیروت، 1402ھ) فصل خبر الواحد حجۃ، ص:287۔

[34] الطحان، محمود بن احمد بن محمود، ابو حفص النعیمی (ت: 2022م)، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث (السعودیۃ، الریاض، مکتبۃ المعارف، ط10، 1425ھ)، ص:132

[35] الشافعی، محمد بن ادریس المطلبی القرشی، ابو عبد اللہ (ت:204ھ)، الرسالۃ (تحقیق: احمد شاکر، مکتبۃ الحلبی، مصر، مطبوعہ 1940ھ) باب خبر الواحد، ص:369۔

مصادر و مراجع:

1. القرآن الکریم
2. ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، ابو عمرو، تقی الدین، (ت: 643ھ)، معرفة أنواع علوم الحديث المعروف مقدمة ابن الصلاح (تحقیق: نور الدین عتر، السوریا، دمشق، دار الفکر، 1406ھ)
3. ابن ماجۃ، محمد بن یزید القزوینی، ابو عبد اللہ، الامام، (ت: 273ھ)، السنن (تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، مصر، القاہرۃ، داراحیاء الکتب العربیۃ، س ن)
4. افریقی، ابن منظور (ت: 711ھ)، **لسان العرب** (بیروت: دار صادر، 1993)
5. الآلوسی، محمود بن عبد اللہ الحسنینی الآفندی الشامی، شہاب الدین، (ت: 1270ھ)، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (تحقیق: علی عبد الباری عطیۃ، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ط 1، 1415ھ)
6. البخاری، محمد بن اسماعیل (ت: 256ھ)، الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاۃ، 2002ء)
7. البخاری، محمد بن اسماعیل الجعفی، ابو عبد اللہ، الامام، (ت: 256ھ)، الجامع الصحیح (تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، ترقیم: محمد فواد عبد الباقی، لبنان، بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422ھ)
8. الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، ابو عیسیٰ، الامام، (ت: 279ھ)، الجامع الکبیر المعروف به سنن الترمذی (تحقیق: بشار عواد معروف، لبنان، بیروت، دار الفکر الاسلامی، ط 1، 1998م)
9. الجصاص، احمد بن علی الحنفی، ابو بکر الرازی، (ت: 370ھ)، أحكام القرآن (تحقیق: محمد صادق القمحاوی، لبنان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ط 1، 1405ھ)
10. السجستانی، سلیمان بن الاشعث الازدی، ابو داؤد، الامام، (ت: 275ھ)، السنن (تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، لبنان، بیروت، مکتبۃ صیدا، س ن)
11. السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سھل، أبو بکر، (ت: 483ھ)، أصول السرخسی (دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، لبنان، بیروت، ط 1، 1973م)
12. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین، الحافظ، (ت: 911ھ)، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (تحقیق: ابو قتیبہ نظر محمد الفاریائی، لبنان، بیروت، دار طیبہ، س ن)
13. الشاشی، احمد بن محمد بن اسحاق، ابو علی، نظام الدین (ت: 344ھ)، أصول الشاشی (دار الکتب العربیہ، بیروت، 1402ھ)
14. الشافعی، محمد بن ادریس المطلبی القرشی، ابو عبد اللہ (ت: 204ھ)، الرسالۃ (تحقیق: احمد شاکر، مکتبۃ الحلبی، مصر، مطبوعہ 1940ھ)

15. الشيباني، احمد بن محمد بن حنبل، ابوعبد الله، الامام المجتهد، (ت: 241ھ)، المسند(تحقیق: حدیث زید بن ارقم، شعیب الارنووط، لبنان، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ط1، 1421ھ)
16. الطحان، محمود بن احمد بن محمود، ابو حفص النعیمی(ت: 2022م)، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث(السعودیۃ، الریاض، مکتبۃ المعارف، ط10، 1425ھ)
17. العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجرح، د ح، ابو الفضل، شہاب الدین، (ت: 852ھ)، نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر فی مصطلح أهل الأثر (تحقیق: عبد الله بن ضیف الله الرحیلی، المملکة العربیة السعودیة، الریاض، مطبعة سفیر، ط1، 1422ھ)
18. العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجر، الحافظ، ابو الفضل، شہاب الدین، (ت: 852ھ)، نخبة الفکر فی مصطلح أهل الأثر (تحقیق: عصام الصبابطی وعماد السید، مصر، القاہرۃ، دار الحدیث، ط1، 1418ھ)
19. الفیروزآبادي، مجد الدین (ت: 1366ھ)، **القاموس المحیط** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2005)
20. القاری، علی بن سلطان محمد، ابو الحسن الہروی، نور الدین، (ت: 1014ھ)، شرح نخبة الفکر فی مصطلحات اہل لاأثر (تحقیق: محمد نزار تمیم، لبنان، بیروت، دار الأرقم، س ن)
21. القاری، علی بن سلطان محمد، ابو الحسن الہروی، نور الدین، (ت: 1014ھ)، شرح نخبة الفکر فی مصطلحات اہل لاأثر (تحقیق: محمد نزار تمیم، لبنان، بیروت، دار الأرقم، س ن)
22. المحبوبی، عبد الله بن مسعود البخاری، صدر الشریعۃ، (ت: 747ھ)، التوضیح فی حل غوامض التنقیح(مکتبۃ صبیح، مصر، القاہرۃ، س ن)
23. مسلم بن الحجاج (ت: 261ھ)، الجامع الصحیح (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1955ء)
24. ملا جیون، احمد بن سعید الصدیقی، (ت: 1130ھ)، التفسیرات الأحمدیة (مترجم)(ترجمۃ: مفتی شرف الدین، الباکستان، صادق آباد، مرکز الامام البخاری للتراث والتحقیق الجامعۃ الاسلامیۃ، ط1، 1998م)
المناوي، محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي الحدادي القاهري، زين الدين (المتوفى: 1031ھ)، اليواقيت والدرر في شرح نخبة ابن حجر(تحقيق: المرتضي الزين أحمد، الرياض، مكتبة الرشد، ط١، 1999م)
25. النسائی، احمد بن شعیب الخراسانی، ابوعبد الرحمن، الامام، (ت: 303ھ)، المجتبی من السنن المعروف به السنن الصغریٰ(تحقیق: عبد الفتاح ابوغدۃ، السوریا، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، ط1، 1406ھ)
26. النیسابوری، مسلم بن الحجاج القشیری، ابو الحسین، الامام، (ت: 261ھ)، الجامع الصحیح(تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، لبنا، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن)